لٹکتی تلوار

تنویر احمد تماپوری

الریاض، سعودی عرب، موبائل: 00966501724826

سنگیتا اگر سمپورن راگ کے سات سروں کی رم جھم پھوار کا نام تھا تو گیتا بھیروی راگ کے الاپ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھی۔ اگر گیتا کو ایک خطرناک چڑیل کے مماثل سمجھا جائے اور ممبئی ایئرپورٹ کو ایک بوتل تو رمیش اس وقت گیتا نامی چڑیل کو ممبئی ایئرپورٹ کی بوتل میں بند کر کے واپسی میں کافی خوش و خرم تھا۔ کچھ دنوں کے لیے ہی سہی اس کا گیتا کے بھیروی راگ کے الاپ سے چھٹکارا اور سنگیتا نامی سات سروں کی سرگم سے سنگم طئے تھا۔

چنار سا لمبا قد، سڈول گدرایا ہوا بدن، گلابی رنگت، مہتابی چہرہ، بڑی بڑی جھیل جیسی آنکھیں، لمبے کالے بال اور اس پر ولایتی مانجھا۔ کل ملا کر سنگیتا کی شخصیت تین سوتین کی گولی تھی جو سیدھے دل پر آ کر لگتی تھی۔ رمیش کے دل پر حالانکہ گیتا کی محبت کے بلیٹ پروف جیکٹ کا پہلے سے پہرا تھا۔ پھر بھی اس نئی گولی نے بہتے ہوئے پانی کی طرح اپنا راستہ بنا ہی لیا۔ ویسے بھی دل تو بچہ ہوتا ہے اس کی حرکتیں بھی بچکانہ ہی ہوتی ہیں وہ ہر نئی چیز کے پیچھے بھاگتا ہے۔ نئی چیز چاہے بندوق کی گولی ہی کیوں نہ ہو۔ اس تین سوتین کی گولی کا پورا نام سنگیتا شرما تھا۔ یہ گیتا کی بھانجی تھی جو انتہائی حسین ہونے کے ساتھ ساتھ نئی نئی درآمد شدہ بھی تھی۔ ایک ہی انڈسٹری سے متعلق بھی تھی۔ ایک ہی فلم میں کام بھی ملا تھا۔ سب سے بڑی بات رمیش کے لیے اس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے تاثرات بھی تھے۔ ان سب کے باوجود کنیڈین پاسپورٹ والی وہ لڑکی رمیش کے لیے انتظارگاہ میں ملنے والے ایک کانسے کے سکے کی طرح ہی تھی جو مٹھی میں بند رہتے ہوئے بھی بینک کی ملکیت ہوتا ہے۔

اور بینک..... وہ تو اسٹیٹ بینک آف گیتا تھی..... بھیروی راگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ..... جو یہاں سب پر بھاری تھی۔ وہ رمیش کی ساری خوشیوں پر، اس کے ارمانوں پر، یہاں تک کہ اس کے حواس پر بھی کسی ناگن کی طرح کنڈلی مارے براجمان تھی..... اور ابھی کچھ دیر پہلے یہ ناگن چند دنوں کے لیے ہی سہی اپنی نئی فلم کی لوکیشن طے کرنے یوروپ جا چکی تھی اور یہ موقع رمیش کے لیے من مانگی مراد جیسا تھا۔ سو غیر اضطراری طور پر ایکسیلیٹر پر اس کے پیروں کا دباؤ بڑھنا لازمی ٹھہرا۔

رات ساڑھے دس کا وقت تھا۔ ویسٹرن ہائی وے پر ٹریفک ٹوٹنے لگا تھا۔ ویسے بھی اس وقت سارا شہر سمندری ساحل اور گیٹ آف انڈیا جیسے تفریحی مقامات کے آس پاس اکٹھا ہو رہا تھا۔ نئے سال کی آمد آمد تھی۔ یہ نیا سال رمیش کے لیے اسم با مسمیٰ تھا۔ پرانے سال کے ساتھ پرانی محبوبہ جا چکی تھی۔ نئے سال کے ساتھ نئی محبوبہ آنے والی تھی۔ ظاہر ہے رمیش کی سفید لگژری کار کا پھرتو..... بگلے کی طرح ہوا سے باتیں کرنا بنتا تھا۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ اس ریس میں اس کی کار آگے تھی یا دماغ کی قلابازیاں جو اس وقت ماضی، حال اور مستقبل کے جوڑ توڑ میں مصروف تھیں۔

آٹھ سال پہلے جب وہ اس شہر میں نیا نیا وارد ہوا تھا۔ زادِ راہ کے طور پر دو جوڑی کپڑوں کے علاوہ اس کے پاس ان گنت خوابوں سے بھرا ایک دل بھی تھا، لیکن ان خوابوں کی تعبیر کے لیے اس وقت نہ اس کی اوقات تھی نہ لیاقت ویسے بھی اس مایہ نگری میں اوقات بدلتی رہتی ہے اور لیاقت سے زیادہ یہاں سیاست اور قسمت کا سکہ چلتا ہے۔ آٹھ سال پہلے اسے گل موہر سوسائٹی کی بلڈنگ نمبر تین میں چوکیداری کی نوکری کسی جاننے والے کی وساطت سے ملی تھی۔ یہ نوکری اس کے لیے اطمینان بخش تو نہیں تھی تاہم اجنبی شہر میں پیر ٹکانے کے لیے کافی تھی۔ وہ ہریانہ کا ایک خوبصورت کڑیل جوان تھا۔ خوش شکل، خوش لباس اور خوش مزاج۔ اسے خود اپنے بارے میں ان خوبصورت نیلی آنکھوں سے زیادہ ادراک نہیں تھا جو بلڈنگ نمبر تین کے فلیٹ نمبر چار سے اسے مسلسل نہارا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی رمیش کی آنکھیں بھی ان اجنبی نیلی آنکھوں سے جا ٹکراتیں، مگر کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ دل کنپٹی میں دھڑکتا، نہ دوران خون بڑھتا اور نہ زبان حلق میں اٹکتی کیونکہ وہ ابھی تک نظروں کے ان کیمیکل لوچوں سے نابلد تھا، لیکن ایک دن وہ نیلی آنکھیں اچانک سراپا مجسم بن کر بہ نفس نفیس اس

کے سامنے آکھڑی ہوئیں۔ وقت بدلا، جگہ بدلی، کھڑکی کے فریم سے نکل کر وہ خوبصورت تصویر اپنی ساری رعنائیوں سمیت اس کے سامنے تھی۔ لڑکی کے جسم کی مہک سے اس کی سانسیں بہک رہی تھیں۔ رمیش کی نادانی اب تک ان دونوں کے بیچ کی دیوار ثابت ہو رہی تھی۔ عورت اگر انتہائی حسین ہو تو بیچ کی یہ دیواریں اس کے لیے رخنہ نہیں بنتیں، بلکہ اخلاقیات کی دیوار میں رخنہ ڈال دیتی ہیں۔

''میڈم جی آپ...؟'' دل اب کنپٹی میں دھڑکا..... دوران خون اب بڑھا اور زبان اب حلق میں اٹک گئی۔ لڑکی شوکیس میں سجی ہوئی کسی گفٹ پیکٹ کی طرح پرکشش اور جگمگاتی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں دل کے معاملات میں زبان سے زیادہ آنکھیں فعال ہو جایا کرتی ہیں۔ یہاں بھی وہی ہوا، آنکھوں نے میدان کو اور میان نے تلوار کو سنبھال لیا۔ رمیش کا پورا نام رمیش سنگھ تلوار تھا۔ کچھ دیر بعد جب وہ گل مہر سوسائٹی کی بلڈنگ نمبر تین کے فلیٹ نمبر چار سے باہر نکل رہا تھا..... تو کیمیکل لوچوں کے نشانات اس کے حلیے سے صاف عیاں تھے۔

اندھیری سوئمنگ کلب میں جب اسے لیڈیز انسٹرکٹر کی نوکری ملی تو گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ اسے رمیش نے اپنے کیریئر اور ذاتی اڑان کے لیے لانچنگ پیڈ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ پہلے گل موہر سوسائٹی میں صرف دو آنکھیں اس کے تعاقب میں رہتی تھیں۔ یہاں درجنوں اس کے اردگرد منڈلانے لگیں۔ نئی نوکری نئی ذمہ داریاں تھیں۔ نئی امنگیں نئی سرشاریاں تھیں۔ نئی آنکھیں اور ان میں نئی لن ترانیاں تھیں۔ رمیش کے لیے اب اپنی طرف اٹھنے والی پرستائش نسوانی نظریں اجنبی نہیں رہی تھیں۔ اجنبی تو اب ان میں موجود پسندیدگی بھی نہیں رہی تھی۔ وہ ہیرو میٹیریل بندہ تھا لہٰذا پسندیدگی اس کا حق تھا۔ آنکھوں کی زبان وہ گل مہر سوسائٹی میں ہی سیکھ چکا تھا۔ یہاں پندرہ زبانوں کا ماہر نرسمہا راؤ بن گیا۔ پہلے اناڑی تھا اب شکاری ہو گیا۔ یہاں آنے والی اکثر عورتیں بیچ تھری سے متعلق ہوا کرتی تھیں اور زیادہ دیر تک غیر متعلق رہنے کا رمیش بھی اب عادی نہیں رہا تھا۔ لانچنگ پیڈ تو تیار تھا ہی لہٰذا روز اڑانیں ہونے لگیں۔

عروج کے انہی دنوں رمیش کا ٹکراؤ دو مختلف قسم کی آنکھوں سے ہو گیا۔ ان میں پسندیدگی کم اور ندیدگی زیادہ تھی۔ رمیش بھی اب کھلاڑی گھاگ تھا۔ ندیدگی اسے میچ کر گئی پھر میچ فکسنگ بھی ہو گئی۔ یہ گیتا بھاردواج کی جہاں دیدہ آنکھیں تھیں۔ گیتا نوے کی دہائی کی صف اول کی اداکارہ اور آج کل کی صف اول کی پروڈیوسر ڈائریکٹر تھی۔ اس کا چھوٹے اور بڑے پردے پر یکساں دبدبہ تھا۔ اس کا پروڈکشن ہاؤس اور فارم ہاؤس ہمیشہ جوان لڑکے لڑکیوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ گیتا کی حالیہ تلاش رمیش پہ ختم ہوئی تو رمیش کی نئی نوکری شٹل کاک کی طرح گیتا کے پروڈکشن ہاؤس سے فارم ہاؤس کے بیچ دوڑتی رہی۔ گیتا میں اداکاری کی پختگی اوپر والے کی دین تھی تو حسن میں تازگی پانچ ستارہ ڈاکٹروں کی کوشش۔ پانچ فلم فیئر، تین اسکرین اور دو نیشنل ایوارڈ اس نے گملوں میں نہیں اگائے تھے۔ کبھی وہ چودھویں کا چاند بھی ضرور رہی ہوگی، مگر فی الحال تو ڈھلتی تاریخوں کا آدھا.....ادھورا چاند ہی تھی۔ پھر بھی.....اس کی چاندنی کسی غریب کی چاندی کے لیے کافی تھی۔ لہٰذا رمیش کی چاندی ہو رہی تھی کیوں کہ جانکار حلقوں کے مطابق آج کل وہ اپنی چاندنی رمیش پر لٹا رہی تھی۔ جب کہ وہ سونا چاہتا تھا۔ چھوٹے پردے کے بڑے رول اور بڑے پردے کے چھوٹے رول تو اس کی جھولی میں تھے ہی.....اب اس کا ہدف مین لیڈ ہیرو کا تھا۔

عورت اگر جوان اور خوبصورت ہو تو مقناطیس سے زیادہ پرکشش ہوتی ہے۔ مقناطیس کا دائرۂ اثر تو پھر بھی محدود ہوتا ہے۔ گیتا کا لامحدود تھا۔ ایک وقت میں اس کا طوطی بولتا تھا۔ وہ بھی کبھی کشمیر کی سرسبز وادیوں جیسی خوبصورت اور تر و تازہ ہوا کرتی تھی، لیکن آج کل تورہ بورہ کی اس پہاڑی جیسی ہو گئی تھی جس نے امریکہ سمیت اٹھائیس ممالک کا گولہ بارود جھیل کر خود کو کوئلے کے کانوں میں تبدیل کر لیا ہو۔ چالیسواں پت جھڑ وہ جھیل چکی تھی، چوالیسواں بوائے فرینڈ اسے جھیل رہا تھا۔ کہتے ہیں گیتا اکثر اپنا بوائے فرینڈ اور زبان ایکسپائری ڈیٹ سے پہلے ہی بدل لیا کرتی تھی۔ رمیش لمبی ریس کا گھوڑا تھا۔ لہٰذا اپنی جاب کی بحالی اور خواب کی تعبیر اس کا نصب العین ٹھہرا۔ جس کے جگاڑ میں وہ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ کہتے ہیں مرد کے دل کا راستہ اس کے پیٹ سے ہو کر گزرتا ہے۔ رمیش کو لمبس ہو گیا اس نے اپنے خوابوں کی تعبیر کا نیا راستہ عورت کے پیٹ کے نیچے سے ڈھونڈ لیا۔

یہ کہنا مشکل تھا کہ بالی ووڈ میں فلمیں زیادہ بنتی ہیں..... یا اسکینڈل۔ شو بزنس کی اس بستی میں آج کل ایک نئے اسکینڈل کی ہوا چل رہی تھی۔ ادھیڑ عمر گیتا اور جواں سال رمیش کہانی بننے بھی لگی اور بکنے بھی۔ ان کہانیوں کی مانیں تو گیتا پرانی بوتل میں شراب بھی پرانی ہی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کی طرح انڈسٹری کو پہچانتی تھی۔ وہ باکس آفس کی مزاج آشنا تھی۔ اسے عوام کی نبض پر پورا کنٹرول تھا۔ فلمی پنڈتوں کے مطابق اس کی فلمیں کبھی پٹتی بھی نہیں تھیں۔ اس نے اپنے

بینر تلے ایک نئی فلم کے فلور پر جانے کا اعلان حال ہی میں کیا تھا۔فلم کی کاسٹ اور شوٹنگ کی تاریخ کے بارے میں حتمی بات بھی آج صبح پریس ریلیز میں طے کردی گئی، جس کے مطابق ہیروئن اس کی بھانجی سنگیتا اور ہیرو رمیش تھا۔ یہ بڑا اعلان تھا جو رمیش اور سنگیتا کے لیے گیم چینجر کے ساتھ ساتھ ایک نئے گیم کا آغاز بھی تھا۔ اس خوشی کو رمیش سنگیتا کے ساتھ یادگار بنانا چاہتا تھا۔سنگیتا جو ہمیشہ رمیش کی نا آسودہ خواہشات کے بھس میں اپنی معنی خیز مسکراہٹ کی چنگاری ڈال کر ایسے اٹھلاتی تھی جیسے کہہ رہی ہو.....چھوڑ دو رمیش.....جانے دو.....تم سے نہیں ہوگا۔سو آج وہ سنگیتا کی اس شریر مسکراہٹ کو مال غنیمت کی طرح لوٹنے کا متمنی تھا۔شاید تقدیر بھی اسے موقع دینے کے درپے تھی۔تبھی تو اوپر والے نے گیتا کو یوروپ بھیج کر اس کے لیے میدان بھی تیار کردیا۔ یہ نئے سال کی سب سے خوابناک شروعات تھی لہٰذا وہ ساتویں آسمان کا ساکن ٹھہرا نتیجے میں اس کی کار ہواؤں کے دوش پر باندرہ پالی ہل کی طرف اڑی جارہی تھی جہاں سے اسے سنگیتا کو ساتھ لے کر گیتا کے فارم ہاؤس پر جانا تھا، جو تازہ اور جوان لو برڈس کے لیے شہر کا سب سے بہترین گھونسلہ تھا۔

کافی دیر بعد جب وہ دونوں فارم ہاؤس کے گیٹ پر پہنچے تو ان کی دنیا اور سال دونوں بدل چکے تھے۔محبت اور شراب کا کاکٹیل سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ساتھ دے رہی تھیں چاروں طرف ہونے والی نئے سال کی آتش بازیاں۔ جیسے ان دونوں کی خوشیوں میں ساری دنیا شریک تھی۔آنکھوں میں محبت اور نشے کے سرخ ڈورے، ہاتھوں میں ہاتھ اور چہروں پر خوشی کی لالی.....آپس میں مل جل کر سرگوشیوں میں ایک قصہ سنا رہے تھے۔ان دونوں کی جغرافیائی حالت گیتا کی تاریخ پیدائش کو دس سال پیچھے کرنے کے لیے کافی تھی۔ گیتا جس کی یہاں غیر متوقع موجودگی.....ان دونوں کے لیے کافی حیرت ناک بھی تھی اور اذیت ناک بھی۔ گیتا جو.....غیر متوقع طور پر اپنے بیڈروم کے دروازے کے فریم میں پتھرائے ہوئے چہرے کے ساتھ کسی بے جان تصویر کی طرح ٹنگی تھی۔ جان تو ان دونوں کی بھی چڑیل کو اس طرح یہاں دیکھ کر نکل گئی تھی۔ چڑیل جو.....پتہ نہیں کیسے ایئر پورٹ کی بوتل سے باہر نکل کر یہاں شب خون مارنے پہنچ گئی تھی۔ ''کہاں سے آرہے ہو.....؟'' گیتا کی آنکھوں میں ایک سفاک اور سرد چمک تھی جو کسی سانپ کی آنکھوں میں شاید اس وقت ہوتی ہوگی جب اس کا شکار کسی دوسرے کے ہتھے چڑھتا ہوگا۔ یہ سوال تو خود رمیش گیتا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ.....فلائٹ سے نکل کر وہ یہاں آئی کیسے.....مگر کس طرح؟ سوال پوچھنے کے جملہ حقوق تو آقاؤں کے پاس محفوظ ہوتے ہیں۔

''وہ دراصل سنگیتا..... اس کا کچھ سامان یہاں رہ گیا تھا وہی ڈھونڈنے آئی ہے.....؟'' خوشامدی سے بھری رمیش کو خود کی آواز مکھن کے کنستر سے نکلتی سی محسوس ہوئی۔

''آپ یہاں اس وقت.....آپ کو تو فلائٹ میں ہونا چاہیے تھا نا.....؟'' رمیش کی مکھن والی لیپا پوتی جاری تھی۔

''ہاں..... یوروپ میں شدید برف باری کی وجہ سے آج کی ساری فلائٹس منسوخ ہوگئی ہیں۔'' گیتا کے ان سرد جملوں کی وجہ سے وہاں کی برف یہاں رمیش اور سنگیتا کے جوان دلوں پر بھی پڑ گئی.....اور ان میں مچلنے والی محبت کی قلفی جما گئی۔ اس سنجیدہ ماحول سے گھبرا کر سنگیتا اندر والے حصے کی طرف بھاگ نکلی۔ یہ نسبتاً فلم سے نکالے جانے کے مقابلے میں زیادہ آسان تھا۔اس ساری گفتگو میں گیتا نے سنگیتا کو یکسر نظر انداز کردیا تھا۔کبھی کبھی عورت صرف عورت ہی رہ جاتی ہے۔اس کا دوسرا ہر رشتہ حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔

رمیش گیتا کے موڈ کو.....اس کی ساری دماغی کیفیات کو.....اس کی ہر ہاں اور ناں کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔سو اس وقت بھی اس کے اشاروں کے مطابق بھاری من اور بھاری قدموں کے ساتھ اس کے پیچھے بیڈروم میں چلا گیا ٹھیک اسی طرح دم ہلاتے ہوئے جس طرح باہر گیٹ پر بیٹھا کتا ہلایا کرتا تھا۔رمیش تو بس نام کا تلوار تھا اصل تلوار تو گیتا تھی جو اس کی خوشیوں پر اس کی زندگی پر، اس کی ہر سانس پر اور یہاں تک کہ اس کے اور سنگیتا کے پیار پر بھی لٹک رہی تھی۔

بتی بیڈ روم میں بجھ گئی.....لیکن تورہ بورہ میں جل گئی۔ بھیروی راگ کے الاپ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا اور کافی دیر تک چلتا رہا۔ سگریٹ، شراب اور انسانی سانسوں کے آپس میں گڈ مڈ ہونے سے وہاں ایک ناگوار سی بو اور کیفیت پیدا ہو رہی تھی جو کمرے میں چل رہے ایئر کنڈیشنڈ کو دھتہ بتا رہی تھی۔ کافی دیر بعد بھیروی راگ کے الاپ کا سلسلہ ٹوٹا تو رمیش بری طرح ہانپ رہا تھا۔ٹھیک اسی طرح باہر گیٹ پر بیٹھا کتا بھی ہانپ رہا تھا۔ دونوں میں فرق صرف اتنا تھا کہ ایک اپنی فطرت کی وجہ سے ہانپ رہا تھا.....اور دوسرا اپنی غیرت کی وجہ سے، جو اصل میں اس کے پاس تھی ہی نہیں۔

OO

OO